حضرت عثمانؓ کے فقہی اجتہادات اور تفردات

ڈاکٹر تبسم منہاس،

استاد شعبہ اردو- جامعۃ الازہر، مدینہ نصر، قاہرہ، مصر

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ''خلفائے راشدین'' میں سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ تو فقہ و اجتھاد میں مہارت رکھتے تھے اور ان کے ادوار میں تو فقہ اسلامی پر بڑا کام ہوا مگر حضرت عثمانؓ کا پایہ فقہ اور اجتھاد میں کمزور تھا اور یہ کہ ان کے بارہ سالا دور خلافت میں، اس حوالے سے کوئی معتد بہ کام نہ ہو سکا اور حضرت عثمان کی مخالفت کی متعدد وجوہ میں ایک وجہ یہ بھی تھی-

ہمارے خیال میں یہ غلط فہمی مآخذ و مصادر اور فقہ اسلامی کی تاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے، ورنہ صورت حال اس سے بہت مختلف ہے- حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، ہی کی طرح نبی اکرم ﷺ کا طویل فیض صحبت پایا تھا اور وہ ان چند خوش قسمت لوگوں میں شامل تھے، جنھوں نے حضرت ابوبکرؓ کی دعوت پر ابتدائی دنوں میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا- اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہانت و خطانت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا- جزئیات کو پرکھنے اور ان سے نتائج کا استخراج کرنے کی اللہ تعالیٰ نے انہیں بھرپور صلاحیت عطا بخشی تھی- قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ پر انہیں مکمل عبور حاصل تھا- نبی اکرم ﷺ کی گھریلو اور عوامی دونوں طرح کی مجالس میں انہیں شرکت کا پورا پورا موقع ملتا رہا- علم و عرفان کی ندی نالے نہیں، بلکہ دریا اور سمندر ان کے گھر کے سامنے سے گزرتے اور بہتے تھے- اور حضرت عثمانؓ کو طلب صادق اور ذوق سلیم کا جو حصہ ملا تھا، وہ بھی فقید المثال تھا، ان حالات میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کے اس قافلہ علم و ادب میں شامل ان کے یہ بالغ نظر فریق اس وصف سے، مکمل طور پر تہی دامن کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علم اور تقدیس کی اعلیٰ مسندوں پر بیٹھے اور علم و ادب کی دنیا میں شمع فروزاں بن کر چمکنے والے یہ چراغ دنیا میں روشنی اور نور پھیلانے کے لیے آئے تھے اور وقت کے ساتھ ساتھ، ان کی ضیاء پاشیاں کم نہیں بلکہ اور سوا ہو رہی ہیں.

ہم اپنے اس مقالے میں حضرت عثمانؓ کے فقہی اجتھادات اور ان کے فقہی تفردات کا جائزہ لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ ان کا فقہی مقام و رتبہ کیا ہے:

۱۔ نام و نسب اور خاندان

امیر المؤمنین خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق قریش مکہ کے معروف ترین قبیلے بنوامیہ بن عبد شمس سے تھا، نبی اکرم ﷺ اور حضرت عثمانؓ کا نسب جناب ''عبد مناف'' پر اکٹھا ہو

جا تا ہے مگر دونوں کے بزرگوں اور اجداد کی تعداد مختلف ہے۔(۱) حافظ ابن حجر العسقلانی کے مطابق ان کا نسب نامہ یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف (۲)

حضرت عثمانؓ کی والدہ محترمہ ''اروی بنت کریز بن ربیعہ'' تھیں، جو نبی اکرم ﷺ کی پھپی اور حضرت عبداللہ کی توام بہن حضرت ام البیضاء بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں (۳)، انہوں نے حضرت عثمانؓ کے والد محترم کے بعد عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے بچوں کی ماں بنیں۔ حضرت اروای کو جو نبی اکرم ﷺ کی پھپی زاد تھیں والدۂ حضرت طلحہ، والدۂ حضرت عمار، اور والدہ حضرت ابوبکر کے ہمراہ قبول اسلام کی سعادت حاصل ہوئی۔ انہوں نے عقبہ بن ابی معیط سے اپنی بیٹی ام کلثوم کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کی۔ حضرت اروایؓ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دنوں میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا۔ اس وقت ان کی عمر نوے برس تھی۔(۴)

حضرت عثمانؓ نے اس خاندان میں واقعۂ فیل (اور نبی اکرم ﷺ کی ولادت) کے چھ سال بعد جنم لیا(۵)۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ اور ابولیلی تھی (۶) اس طرح نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اعلان نبوت کے وقت حضرت عثمانؓ کی عمر ۳۴ برس تھی۔

۲۔ حضرت عثمانؓ کا قبول اسلام

حضرت عثمانؓ شروع ہی سے حیادار پاکیزہ اوصاف اور حسین عادات رکھنے والے شخص تھے اس لیے وہ اس حلقے میں شامل تھے، جو مکہ مکرمہ میں حضرت ابوبکر صدیق کے دوستوں پر مشتمل تھا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ جب دولت ایمان سے مشرف ہوئے تو انہوں نے اس دولت کو اپنے اسی مخصوص حلقہ احباب میں بانٹنا شروع کیا، تو سب سے پہلے ان کی نظر انتخاب جن لوگوں پر پڑی ان میں حضرت عثمانؓ کا نام سرفہرست ہے، چنانچہ نامور سیرت نگار ابن اسحاق نے لکھا ہے:

> ''حضرت ابوبکرؓ نے اس معاملے (قبول اسلام) کی ابتدا کی اپنے اسلام کو، لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور (اسی طرح) حضرت علی اور حضرت زید نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا، یہ بات قریش مکہ پر بہت گراں گزری اور سب سے پہلے جس نے نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی وہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد ہیں جو آنحضور ﷺ کی رفیقۂ حیات تھیں پھر مردوں میں سب سے جو شخص ایمان لائے وہ حضرت علیؓ تھے، جو اس وقت دس برس کے تھے پھر زیدؓ بن حارثہ اور پھر

حضرت ابو بکرؓ اسلام لائے۔ حضرت ابو بکر اسلام لائے تو انہوں نے اپنا اسلام لانا ظاہر کر دیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دی۔ حضرت ابو بکرؓ کا اپنی قوم میں بڑا احترام تھا وہ محبت کرنے والے نرم دل اور قریش مکہ میں نسب دانی میں سب سے زیادہ ممتاز اور قریش میں بھلائی یا شر کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور اچھے اخلاق اور اچھے اطوار والے تاجر تھے، اور قریش کے لوگ ان کے پاس آتے اور کئی امور کے لیے ان کے علم اور تجارت کے وسیع تجربے کی بنا پر ان سے مدد مانگتے تھے۔

چنانچہ انہوں نے ایسے اپنے قابل اعتماد دوستوں میں جو ان کے پاس آتے اور اٹھتے بیٹھتے تھے' اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی چنانچہ اس روایت کی رو سے مجھے جو پہنچی ہے اس کی رو سے ان کے ہاتھوں پر حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت طلحہؓ بن عبداللہ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابو بکرؓ ان لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہیں نبی اکرم ﷺ کے سامنے بٹھایا۔ آپؐ نے انہیں قرآن مجید سنایا انہیں اسلام کے حقوق اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں سے انعام و اکرام کے جو وعدے کیے ہیں ان کے متعلق بتایا، چنانچہ یہ سب لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اسلام کا اقرار کر لیا۔ یہی آٹھ لوگ قبول اسلام میں سبقت لے جانے والے ہیں، ان لوگوں نے نماز پڑھی اور رسول اکرم ﷺ کی تصدیق کی اور نبی اکرم ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے تھے اس پر ایمان لائے۔ (۷)

نامور محدث اور مؤرخ حافظ ابن حجر العسقلانی نے ابو سعد النیسابوری صاحب شرف المصطفیٰ سے حضرت عثمانؓ کے قبول اسلام کے ضمن میں ایک طویل روایت نقل کی ہے اس میں ان کے قبول اسلام کی یہ تفصیل بتائی گئی ہے:

(حضرت عثمانؓ کہتے ہیں) جب میں اپنے گھر میں گیا، تو میں نے اپنی خالہ (سعدیٰ بنت کریز) کو گھر والوں کے پاس بیٹھے ہوئے پایا، اس نے اپنی قوم کی کہانت شروع کر دی تھی اس نے مجھے دیکھ کر کہا" بے شک محمد بن عبداللہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے پاس حضرت جبریل آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، ان کا چراغ ہی (اصلی) چراغ ہے، ان کی ہر بات صلاح والی ان کا دین فلاح والا اور ان کا معاملہ کامیابی پانے والا ہے پھر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور اس کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا۔ میں ایک جگہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا چنانچہ میں ان کے پاس پیر کے دن گیا، تو میں نے انہیں اسی جگہ بیٹھے ہوئے پایا اس

وقت وہاں اور کوئی موجود نہ تھا۔ میں وہاں گیا اور انہوں نے مجھے پریشان دیکھا تو انہوں نے پوچھا اے عثمان کیا بات ہے؟ میں نے انہیں وہ بات بتادی جو میں نے اپنی خالہ سے سنی تھی۔

انہوں نے کہا اے عثمان! اللہ کی قسم تو ایک سمجھ دار شخص ہے تم پر حق اور باطل مخفی نہیں ہوسکتا، یہ بت جن کی تمہاری قوم پوجا کرتی ہے، کیا یہ پتھر نہیں ہیں یہ بہرے ہیں؟ جو نہ سن سکتے اور نہ دیکھ سکتے اور نہ کسی کو نقصان یا نفع پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے کہا یہ بات تو صحیح ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم تمہاری خالہ نے بالکل سچ کہا ہے محمد بن عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے، تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے کیا تم ان کے پاس جانا اور ان کی باتیں سننا چاہو گے؟ میں نے کہا ہاں ضرور پھر اللہ تعالیٰ کی قسم اسی وقت نبی اکرم ﷺ وہاں سے گزرے ان کے ہمراہ حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے، جو آپ ﷺ کا کپڑا اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب آپ کو دیکھا تو وہ کھڑے ہو گئے اور آپ کے کان میں سرگوشی کی۔ اس پر نبی اکرم ﷺ وہاں آ کر بیٹھ گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا: اے عثمانؓ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے (جنت کی پیشکش کو) قبول کرو اس لیے کہ میں تمہارے لیے اور تمام مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، میں نے جیسے ہی آپ کی یہ بات سنی تو میں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ (۸)

ان دونوں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے نہایت حزم و دانش کا مظاہرہ کرتے ہوئے بالکل ابتدائی دنوں میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور ان کا اسلام لانا نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے لیے بے حد خوشی اور مسرت کا باعث بنا تھا۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ حضرت عثمان کے خاندان ''بنوامیہ'' کی آنحضور ﷺ کے جد امجد ہاشم کے زمانے سے، خاندان بنی ہاشم سے عداوت چلی آتی تھی- چنانچہ قریش میں سے بنو امیہ کی اسلام دشمنی میں پیش پیش رہنے کا ایک پس منظر یہ خاندانی عداوت بھی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کا دل اس طرح کی رقابت اور عداوت سے قطعی طور پر پاک تھا اس لیے انہوں نے اسلام قبول کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا اور جیسے ہی اسلام کی دعوت ان کے کانوں تک پہنچی انہوں نے قبول اسلام میں قطعاً تاخیر نہیں کی-

۳۔ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی کا اعزاز

حضرت عثمان کے قبول اسلام کے چند ہی دنوں کے بعد، ان کی شادی دختر نبوی حضرت رقیہؓ سے ہو گئی جو حضرت عثمانؓ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے اس طرح حضرت عثمانؓ ایسے صحابی ہیں جنہیں امت میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سے شادی کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت رقیہؓ نبی اکرم ﷺ کی دوسری صاحبزادی تھیں (اگرچہ دوسری روایات بھی ہیں)۔ اعلان نبوت

سے قبل، نبی اکرم ﷺ نے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے "عتبہ" سے کر دیا تھا، لیکن جب نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت کیا تو ابولہب نے کہا: راسی من راسک حرام (میرا اور تمہارا رشتہ حرام) ہے، اس پر اس کے بیٹے نے اس معصومہ کو گھر بیٹھے بیٹھے طلاق دے دی۔ (۹)

حضرت رقیہؓ اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کی طرح ہی نہایت صاحب جمال خاتون تھیں دوسری طرف حضرت عثمان بھی بڑے خوبرو اور نیک سیرت انسان تھے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت رقیہؓ کے لیے حضرت عثمانؓ کا رشتہ قبول کر لیا- چنانچہ یہ شادی بڑی مبارک ثابت ہوئی (۱۰) اور شادی کے بعد مدتوں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں یہ کہاوت مشہور رہی:

احسن زوجین رآھما انسان رقیة وزوجھا عثمان (۱۱) سب سے اچھی جوڑی جو کسی انسان نے دیکھی وہ حضرت رقیہ اور ان کے خاوند حضرت عثمان کی تھی۔

حضرت عثمان کا اسلام لانا ہی کیا کم تھا کہ ان کا خاندان نبوت سے رشتۂ ازدواج بھی قائم ہو گیا یہ بات قریش مکہ کے لیے عموماً اور ان کے خاندان بنی امیہ کے لیے خصوصاً ناقابل برداشت تھی چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کا چچا الحکم ان پر بے پناہ مظالم ڈھاتا تھا اور حضرت عثمان صبر و ہمت کے ساتھ انہیں برداشت کرتے تھے (۱۱-الف) لیکن حضرت رقیہؓ اور نبی اکرم ﷺ کے لیے یہ صورت حال قابل قبول نہ تھی اس لیے جب حبشہ کی طرف پہلی ہجرت ہوئی تو حضرت عثمانؓ اور ان کی بیوی حضرت رقیہ دونوں اس میں شریک تھے- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے عثمان! حضرت لوطؑ کے بعد تم پہلے شخص ہو، جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنا پڑ رہی ہے (۱۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ جب ہجرت کر کے حبشہ میں گئے تو کچھ دنوں تک نبی اکرم ﷺ کو حضرت عثمانؓ کی کوئی خبر نہ ملی اس پر نبی اکرم ﷺ بے قرار ہو گئے اور حالت اضطراب میں ایک ایسی خاتون کے پاس گئے جو حبشہ سے واپس آئی تھی، اس نے بتایا کہ اس نے حضرت عثمان اور ان کی بیوی حضرت رقیہؓ کو دیکھا تھا اس پر آپ مطمئن ہو گئے اور فرمایا "حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ہمراہ ہجرت کی ہے (۱۳)

نامور محدث ابن عبدالبر کے مطابق حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت اختیار کی تھی اور باقی مہاجرین حبشہ نے ان کے بعد ہجرت کی (۱۴) تاہم حضرت رقیہ اور حضرت عثمانؓ کچھ ہی عرصے کے بعد واپس آ گئے اور پھر ہجرت مدینہ میں بھی شریک ہوئے (۱۵)

اسی دوران حضرت عثمانؓ کے آنگن میں ایک خوب صورت پھول کھلا یعنی حضرت عثمانؓ کے بیٹے عبداللہ

کی ولادت ہوئی انہی کے نام پر حضرت عثمانؓ نے اپنی کنیت ''ابوعبداللہ'' رکھی حضرت عبداللہ کی ولادت نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے خاندان کے لیے خوشی کا باعث ہوئی لیکن شاید اللہ تعالیٰ کو خاندان نبوت کی آزمائش مقصود تھی کہ حضرت عثمانؓ کے گھر میں روشنی اور نور بکھیرنے والا چراغ جلد ہی بجھ گیا یعنی حضرت رقیہؓ کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد، عین اسی دن جب حضرت زیدؓ بن حارثہ مدینہ منورہ میں غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ میں آئے حضرت رقیہؓ کو جنت البقیع میں دفن کیا جا رہا تھا۔(۱۶) اور حضرت عبداللہ بھی، آنکھ میں مرغ کے چونچ مار دینے کی بنا پر، کچھ عرصے بعد فوت ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ جب بدر سے واپس لوٹے تو آپؐ حضرت رقیہ کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے اور فرمایا: تم اپنے بزرگ عثمان بن مظعون کے ساتھ مل جاؤ یہ سن کر عورتیں اونچی آواز سے رونے لگیں حضرت عمرؓ آئے تو وہ عورتوں کو ڈانٹنے لگے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (اے عمر ایسا نہ کرو): جو رونا آنکھ سے اور دل سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت و رحمت (کا نتیجہ) ہے اور جو رونا ہاتھ اور زبان سے ہو، وہ شیطان کی طرف سے (ورغلانے کا نتیجہ) ہوتا ہے۔ اس پر حضرت فاطمہؓ ان کی قبر پر بیٹھ کر رونے لگیں تو نبی اکرم ﷺ اپنے کپڑے سے سیدہ فاطمہؓ کی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے۔(۱۷)

حضرت عثمانؓ کو جو سب سے بڑا اعزاز ملا وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں حضرت رقیہؓ کے وصال کے بعد، اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے نکاح کا شرف بخشا اور پھر جب حضرت ام کلثومؓ بھی ایک سال کے بعد انتقال کر گئیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> ''اے عثمان اگر میرے پاس اس وقت کوئی اور بیٹی ہوتی تو اسے (بھی) تمہارے عقد میں دے دیتا''(۱۸)

نامور محدث علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے امام بیہقی کے حوالے سے لکھا ہے:

> ''حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر روز محشر تک کسی نبی کی دو لڑکیاں کسی ایک شخص کے عقد میں نہیں آئیں، صرف حضرت عثمانؓ وہ شخصیت ہیں، جنہیں رسول کرم ﷺ نے دو صاحبزادیاں بیاہی تھیں، اسی لیے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں''(۱۹)

علامہ السیوطیؒ ہی نے ابن عساکر سے، حضرت علیؓ کی زبانی یہ نقل کیا ہے کہ ''حضرت عثمانؓ کو آسمانی فرشتے بھی ذوالنورین کہتے ہیں اس لیے کہ وہ رسول کرم ﷺ کے ایسے داماد ہیں جن کے نکاح میں آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں(۲۰)

۴۔ حضرت عثمانؓ کی خدمات اور مناقب

حضرت عثمانؓ کی خدمات اور ان کے مناقب کا باب بہت طویل ہے یہ مختصر سی تحریر اس کی گنجائش نہیں رکھتی اس لیے بطور اختصار ان کا تذکرہ مناسب ہوگا:

(الف) عہد نبوی ﷺ کی خدمات

حضرت عثمان کی خدمات کی فہرست بہت لمبی ہے۔ انہوں نے مختصراً تمام غزوات میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ شرکت کی۔ غزوۂ بدر میں اپنی بیماری یا اپنی اہلیہ کی بیماری کی بنا پر وہ مدینہ منورہ میں رہے تو سپہ سالار لشکر، یعنی نبی اکرم ﷺ کے حکم کی بنا پر رہے اور نبی اکرم ﷺ نے انہیں نہ صرف یہ کہ غزوۂ بدر کے مجاہدین میں شامل سمجھا، بلکہ انہیں مال غنیمت میں بھی حصہ عطا کیا (۲۱) اسی بنا پر ان کا نام بدری صحابہ کرام کی فہرست میں شامل ہے۔

(ب) حضرت عثمان حبشہ اور مدینہ منورہ کی دونوں ہجرتوں میں شامل ہوئے، بہت کم صحابہ کرام کو دونوں ہجرتوں میں شرکت کا شرف حاصل تھا۔ (۲۲)

(ج) انہیں نبی اکرم ﷺ کی دوہری دامادی کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ اعزاز بھی امت میں کسی دوسرے فرد کو حاصل نہیں ہوسکا (۲۳)

(د) بیعت رضوان میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت فرمائی۔ (۲۴)

(ہ) انہوں نے مدینہ منورہ میں جب لوگوں کو پانی کی تنگی میں مبتلا دیکھا، تو بئر رومہ خرید کر اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا جس پر نبی اکرم ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت سنائی (۲۵)

(و) انہوں نے ''جیش عسرت'' (غزوۂ تبوک) کے موقع پر تین سو اونٹ ان کے ساز و سامان سمیت اور ایک ہزار طلائی دینار راہ اسلام میں صدقہ کیے، جس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
''آج کے بعد اگر عثمان کوئی اور (نیکی کا) کام نہ (بھی) کرے تو اسے کوئی نقصان نہیں'' (۲۶)

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا:

> ''اگر آج کے بعد، حضرت عثمانؓ کوئی اور کام نہ کریں تو انہیں کچھ نقصان نہیں'' (۲۷)

(ز) نبی اکرم ﷺ نے انہیں کئی موقعوں پر جنت کی بشارت دی:

(۱) اوپر گزر چکا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، تو فرمایا
''اے عثمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی پیشکش قبول کرو'' (۲۸)

(۲)　حضرت عثمانؓ نے جب بئر رومہ خرید کر وقف کیا اور جب غزوۂ تبوک کے موقع پر سب سے بڑا عطیہ دیا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت دی اور فرمایا:

''آج کے بعد اگر عثمان کوئی اور نیکی کا کام ہ بھی کرے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا'' (۲۹)

(۳)　اسی طرح ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کوہ احد پر تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے پہاڑ ٹھہر جا اس لیے کہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں'' اس وقت آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے'' (۳۰)

(۴) اسی طرح ایک بار نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے قریب ایک باغ کے احاطہ میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ باری باری تشریف لائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا: انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی بشارت بھی دو۔ حضرت عثمان کی آمد کے موقع پر فرمایا: اس آزمائش کے بدلے میں جو انہیں پہنچے گی، انہیں جنت کی بشارت دو۔ (۳۱)

علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے حضرت عثمانؓ کی اپنی زبانی ان کے درج ذیل مناقب روایت کیے ہیں:

۱۔　میں اسلام آوری میں چوتھا شخص ہوں۔
۲۔　نبی اکرم ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا مجھ سے نکاح فرمایا۔
۳۔　میں کبھی گانے بجانے کی مجلس میں شریک نہیں ہوا۔
۴۔　میں کبھی کھیل کود میں مشغول و منہمک نہیں ہوا۔
۵۔　میں نے کبھی برائی کی تمنا تک نہیں کی۔
۶۔　اسلام آوری کے بعد میں نے ہر جمعۃ کو ایک غلام آزاد کیا اگر اس وقت موجود نہ ہوا تو بعد میں آزاد کیا۔
۷۔　زمانۂ اسلام یا زمانہ جاہلیت میں کبھی حرام کاری نہیں کی۔
۸۔　کبھی چوری نہیں کی۔
۹۔　نبی اکرم ﷺ کے عہد میں قرآن مجید جمع کیا۔
۱۰۔　میں نے اپنے ستر کو کبھی نہیں دیکھا۔ (۳۲)

۵۔ **خلافت اور شہادت:** حضرت عثمان نے حضرت عمرؓ کی شہادت (یکم محرم الحرام ۲۴ھ) کے بعد مسند خلافت کو زینت دی اور ۱۱ سال ۱۱ ماہ اور ۱۸ دن مسند خلافت کو زینت بخشنے کے بعد ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو مظلومانہ حالت میں اپنے گھر میں شہادت پائی اور ہفتہ کے دن مغرب اور عشاء کے درمیان آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک ۸۲ یا ۸۱ برس تھی۔ (۳۴) آپ کی نماز جنازہ حضرت زبیرؓ نے یا حضرت جبیر بن مطعم نے پڑھائی اور اس آفتاب علم وعمل کو ہفتہ کے روز رات کی پر اسرار خاموشی میں دفن کیا مگر ان کی شہادت سے سوے ہوے فتنے جاگ اٹھے جواب تک دن بدن مضبوط اور توانا ہوتے جا رہے ہیں۔

۵۔ حضرت عثمان کے اجتہادی کارنامے

حضرت عثمان کے بارہ سالہ دور خلافت میں اگر چہ ہر سطح پر بڑے انقلابی کارنامے انجام دیئے گئے جن میں ایشیا اور براعظم افریقہ میں بہت سی فتوحات کے علاوہ جمع وتدوین قرآن بھی شامل ہے، جن کی تفصیل تاریخ اور تذکرے کی کتابوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ (۳۵)

تاہم ان کے علمی طور پر یادگار کارناموں میں، ان کے اجتہادی کارنامے زیادہ دقیع اور زیادہ علمی نیز ادبی دنیا میں ان کی اہم ترین یادگاریں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) بطور قاضی اور مفتی خدمات

حضرت عثمان کا شمار عہد نبوی اور عہد صحابہ کے ممتاز اور نامور فقہی صحابہ کرام میں ہوتا ہے نامور مؤرخ اور فقیہہ، حافظ ابن حزمؒ نے ان کا شمار مفتی صحابہ کرام کی صف اول میں کیا ہے (۳۶)

ایک دوسری جگہ، ابن حزم نے فتاوٰی کی قلت اور کثرت کے اعتبار سے، نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام جو فہرست مرتب کی ہے اس کے دوسرے طبقہ میں جو اوسط درجہ کے فتوی دینے والے صحابہ پر مشتمل ہے دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ حضرت عثمانؓ کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر ان لوگوں کے فتاوٰی نقل کیے جائیں تو ایک ''چھوٹی سی کتاب (جزو) تیار ہو سکتی ہے (۳۷)

ایسا کیوں نہ ہوتا، حضرت عثمانؓ نے نبی اکرم ﷺ کا طویل عرصے تک فیض صحبت پایا تھا اور انہیں خلوت وجلوت میں ''منبع علم وعرفان ذات نبوی سے استفادے کا وسیع موقع حاصل ہوا تھا پھر حق تعالی نے انہیں انتہائی عمدہ ذہن بھی عطا کیا تھا اس لیے انہوں نے اس کا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

جہاں تک حضرت عثمانؓ کے فتاوٰی کے علمی اور فکری پائے کا تعلق ہے تو اس ان کے فتاوٰی کا علمی درجہ کسی طرح بھی حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے علمی اور فکری مستویٰ سے کم نہیں ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے تو بجا ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کی ہر رائے ٹھوس اور وزنی دلائل پر مبنی ہوتی تھی، تو بجا ہو گا کہ یہی وجہ ہے کہ ان کے بیان کردہ مسائل سے، امام ابو حنیفہؒ سمیت تمام ائمہ کرام نے استفادہ کیا ہے اور ان کا مخصوص انداز فکر صحابہ کرام کے علاوہ تابعین اور تابع تابعین کے مابین ہمیشہ مقبول رہا ہے۔

حضرت عثمانؓ کے علمی اور فقہی رتبے کا یہ عالم تھا کہ ازواج مطہرات تک جو علم حدیث اور علم الفقہ میں بہت اونچا مقام رکھتی تھیں مختلف مسائل میں انہی کی طرف رجوع کرتی تھیں چنانچہ سلمان بن یسار تابعیؒ سے روایت ہے کہ نفیع حضرت ام سلمہ کے مکاتب یا غلام تھے ان کے نکاح میں ایک آزاد عورت تھی انہوں نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دیں پھر انہوں نے اس سے رجوع کرنا چاہا تو نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس جائیں اور ان سے مسئلہ دریافت کریں، چنانچہ وہ ان کے پاس گئے، تو وہ انہیں، حضرت زید بن ثابتؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ملے انہوں نے ان سے دریافت کیا تو ان دونوں نے یہ کہا کہ "تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی ہے" (۳۸)

ذیل میں ہم حضرت عثمان کے چند فتاوٰی اور تفردات کا ذکر کریں گے تا کہ حضرت عثمانؓ کے علمی اور فکری مرتبے کا اندازہ ہو سکے۔

۱۔ قرآن کریم کی قراءت اور جمع و تدوین

اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں اس بات پر تمام فقہا اور علماء کا اتفاق رہا ہے کہ قرآن کریم فقہ و اجتہاد کا سب سے اہم اور سب سے مقدم مآخذ ہے۔ اور بحیثیت مجموعی اس کی تلاوت اور اس کی حفاظت و صیانت امت پر فرض ہے۔

حضرت عثمانؓ کی شخصیت، صحابہ کرامؓ میں قرآن مجید کی خدمت اور اس کی حفاظت و صیانت کے لیے خصوصی امتیاز رکھتی ہے حضرت عثمانؓ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے:

افضلکم من تعلم القران وعلمہ' (۳۹) تم میں سب سے افضل وہ ہے جس نے قرآن مجید کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔

حضرت عثمانؓ کا شمار عہد نبوی کے حفاظ قرآن میں ہوتا تھا، اوپر امام السیوطیؒ کے حوالے سے یہ بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے عہد نبوی ہی میں پورے قرآن مجید کو جمع کیا تھا اور پھر چونکہ وہ کاتبین قرآن میں سے تھے اس لیے قرآن مجید کی ہر آیت کے شان نزول اور اس کے حقیقی مفہوم سے بھی واقف تھے۔ وہ قرآن مجید کے عہد نبوی کے اہم ترین قراء میں سے تھے۔

قرآن مجید کی قراءت متواترہ میں سے، حضرت عاصم بن ابی النجود تابعی (م ۱۲۷ھ یا ۱۲۸ھ) کی

قراءت، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابیؓ اور حضرت زیدؓ سے ماخوذ ہے علامہ ابن حزمؒ نے اس قراءت کو سب سے اچھی اور سب سے عمدہ قراءت قرار دیا ہے۔ (۴۰)

علاوہ ازیں جمع و تدوین قرآن کریم کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ کی کاوشوں کو امت میں ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا رہا ہے۔

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جب قرآن مجید کو ایک جلد میں مدون کیا جانے لگا تھا تو حضرت ابوبکرؓ اس پر شروع میں آمادہ نہ تھے ان کا کہنا تھا کہ جو کام رسول اکرم ﷺ نے نہیں کیا، وہ کام میں بھلا کیسے کر سکتا ہوں۔ مگر حضرت عمر فاروقؓ نے اصرار جاری رکھا اور بالآخر حضرت ابوبکرؓ اس کے قائل ہو گئے اور انہوں نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو اس اہم ترین علمی خدمت پر مامور فرما دیا۔ (۴۱)

قرآن مجید جمع تو ہو گیا تھا، مگر یہ نسخہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا، پھر حضرت حفصہؓ کے پاس رہا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ایک جنگ میں، جب قرآن مجید کی قراءت میں اختلاف پیدا ہوا اور یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر اس کا سد باب نہ کیا گیا تو یہ اختلاف بڑھ کر اختلاف مصاحف کی شکل اختیار کر لے گا تو اس پر حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ سے مذکورہ قرآن مجید کا نسخہ حاصل کیا اور اس کی سات نقول تیار کروائیں، اور اسلامی ممالک کے تمام مراکز کو اس کی ایک ایک نقل پہنچا دی اور حکم کیا کہ قرآن مجید اسی کے مطابق لکھا اور پڑھا جائے اور باقی نسخوں کو تلف کر دیا جائے۔ اس طرح انہوں نے اس فتنے کا مکمل طور پر سد باب کر دیا جو قرآن مجید کے حوالے سے اٹھنے والا تھا۔ (۴۲)

بظاہر تو یہ دکھائی دیتا ہے کہ اس کام میں اجتہاد و تفقہ کی ضرورت پیش نہ آئی ہو گی لیکن غور سے دیکھا جائے یہ کام بھی اجتہاد و تفقہ سے خالی نہ تھا اس میں کئی مقامات پر حضرت عثمانؓ اور دوسرے کاتبین وحی نے اجتہاد سے کام لیا مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

> میں نے (حضرت) عثمان سے پوچھا: آپ لوگوں کو سورۂ الانفال کو جو کہ مثانی (چھوٹی) سورتوں میں سے ہے سورۂ براءت سے جو کہ مئین (۱۰۰ سے زیادہ آیات والی سورتوں) میں سے ہے ملانے پر کس بات نے آمادہ کیا؟ کہ آپ نے ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم والی سطر بھی نہ لکھی اور اسے سات طویل سورتوں میں شامل کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ پر جو بھی کوئی سورۃ جو متعدد آیات پر مشتمل ہوتی تھی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتبین وحی

میں سے کسی نہ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے اس کو فلاں سورۃ کے بعد جس میں فلاں فلاں باتوں کا ذکر ہے شامل کر دو اور (اسی طرح) آیات نازل ہوتیں تو آپ فرماتے فلاں فلاں آیتوں میں ان آیات کو شامل کر دو۔ اور سورۃ الانفال مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں نازل ہونے والی سورۃ ہے اور سورۂ براءت قرآن مجید کی آخری دور میں اترنے والی سورۃ ہے دونوں کا مضمون ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے، دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا، مگر آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس کا تعلق آیا کس سورۃ ہے میں نے گمان کیا کہ یہ سورۃ (براءۃ) اسی سورۃ (الانفال) کا حصہ ہے اسی لیے میں نے ان دونوں کو باہم ملا دیا مگر دونوں کے درمیان ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' نہیں لکھی ابن جعفر راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ''میں نے اس کو سات طویل سورتوں میں شامل کر دیا ہے۔ (۴۳)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ''جمع و تدوین قرآن مجید'' کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو جہاں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ملی تھی، وہاں انہوں نے ذاتی بصیرت اور اجتہاد سے کام لیا تھا۔

اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی طرف سے قرآن مجید کو قریش کے لہجے کے مطابق لکھنے اور باقی نسخہ جات کو تلف کرنے کا ''حکم نامہ'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو حضرت عثمانؓ کے وسیع فقہی اور علمی بصیرت کو واضح کرتی ہے۔

علاوہ ازیں امام شافعیؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے یادگار اور علمی کارناموں میں سے ایک یہ کارنامہ بھی ہے کہ انہوں نے امت کو ایک قرآن پر جمع کیا اس سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود معوذتین کو مصحف قرآن میں شامل نہ کرتے تھے اور اس کو قرآن حکیم کے متن سے نکالنے کا حکم دیتے تھے مگر حضرت عثمانؓ نے ان دونوں سورتوں کے قرآن مجید میں شامل کرنے پر حضرت ابن مسعود سمیت صحابہ کرام کا اتفاق حاصل کیا اور چھوٹے موٹے اختلافات کو ختم کیا (۴۴)

حضرت عثمان فقہی انتظامی اور علمی معاملات میں قرآن مجید کو جو اہمیت دیتے تھے اس کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

ان وجدتم فی کتاب اللہ ان تضعوا رجلی فی القید فضعوھا (۴۵)

اگر تم اللہ کی کتاب میں یہ بات پاؤ کہ تم میرے پاؤں کو بیڑیاں پہنا دو، تو تم ضرور ایسا کرو۔

ان کا اس سے مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم سب سے مقدم ہے اور اس کے سامنے سر نیاز خم ہے۔

۲۔ حج وعمرہ

جن شعبوں میں خصوصی طور پر حضرت عثمانؓ کے فقہی اجتھادات کا اظہار ہوا ان میں حج وعمرہ کا شعبہ بھی شامل ہے۔ اس کے درج ذیل مسائل میں حضرت عثمانؓ کا مسلک دوسروں سے منفرد ہے:

(الف) منیٰ میں نماز قصر کا مسئلہ

حضرت عثمانؓ منی میں چار رکعات پڑھا کرتے اس پر لوگوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے جواباً فرمایا:

یایھا الناس انی تاھلت بمکة منذ قدمت وانی سمعت رسول الله ﷺ یقول من تاھل فی بلدٍ فلیصل صلوٰة المقیم(۴۶)	اے لوگو! میں نے مکہ مکرمہ میں، جب سے میں آیا ہوں، اقامت کی نیت کر لی ہے اور میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی شہر میں اقامت کی نیت کر لی ہو وہ مقیم والی نماز پڑھا کرے۔

حضرت عثمانؓ کو اپنے اس اجتھاد پر دوسرے صحابہ کرام سے اختلاف تھا چنانچہ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

> ''میں نے نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ابتدائی دور خلافت میں ان حضرات کے پیچھے دو دو رکعات پڑھیں مگر حضرت عثمانؓ نے بعد ازاں اسے مکمل پڑھنا شروع کر دیا۔(۴۷)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے سامنے جب حضرت عثمانؓ کے اس کا اجتھاد ذکر ہوا تو انہوں نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پہلے تو انا لله وانا الیه راجعون پڑھا پھر فرمایا:

> میں نے رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ اس طرح حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے منیٰ میں دو رکعات پڑھیں، اے کاش ان چار رکعات کے بدلے دو رکعات پلٹنے والی ہوتیں''(۴۸)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی انصاف پسندی ملاحظہ فرمایئے کہ وہ منیٰ میں اگرچہ دو رکعات پڑھنے کے قائل تھے اور چار رکعات پڑھنے کے خلاف تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے منیٰ میں چار رکعات ہی پڑھیں۔ ان سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اختلاف شر (برائی) ہے۔ اس لیے انہوں نے اختلاف سے گریز کیا ہے (۴۹)

نامور محدث اور محقق حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کے اس طرز عمل پر کہ یہ

دونوں بزرگ عرفات میں ظہر اور عصر کی چار چار رکعات ادا کرتے تھے۔ بڑی مفصل اور طویل بحث کی ہے اور اس میں حضرت عثمانؓ کے اس عمل میں موجود مجتہدانہ پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے۔(۵۰)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کے اسی مسلک کو حنفی مسلک میں اختیار کیا گیا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ میں چودہ دن یا اس سے زیادہ دنوں کے لیے اقامت کی نیت کر لے تو وہ مقیم ہو جاتا ہے اور اسے منیٰ میں پوری نماز پڑھنی چاہیے۔ حضرت عثمانؓ کے اس طرز عمل نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ منیٰ میں نماز قصر کی ادائیگی اعمال وفرائض حج کا حصہ نہیں ہے بلکہ مسافر ہونے کا نتیجہ ہے۔

(ب) حج تمتع کی ممانعت

حضرت عثمانؓ کے فقہی اجتہادات میں ایک اہم ترین اجتہاد ''حج تمتع'' کی ممانعت سے متعلق ہے حج تمتع سے مراد یہ ہے کہ حج کے دنوں میں پہلے عمرہ کیا جائے اور احرام کھول دیا جائے پھر حج کے دن قریب آجانے پر حرم کے اندر سے حج کا احرام باندھا جائے- نبی اکرم ﷺ کے سفر حجۃ الوداع میں ان صحابہ کرامؓ نے، جن کے پاس قربانی کے جانور (ھدی) نہ تھے انہوں نے اسی طریقے کے مطابق حج کیا تھا اور نبی اکرم ﷺ چونکہ قربانی کے جانور اپنے ہمراہ لائے تھے اس لیے آپ نے بذات خود قران کیا تھا- ابن حزم اور دوسرے محققین کی یہی تحقیق ہے۔(۵۱)

عبداللہ بن شقیق تابعی بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت عثمان تمتع سے منع کیا کرتے تھے'' جب کہ حضرت علیؓ اس طریقے سے حج کرنے پر زور دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے کوئی بات کہی تو حضرت علیؓ نے کہا: آپ کو علم ہے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تمتع کیا تھا حضرت عثمانؓ نے کہا ہاں لیکن ہمیں اس وقت (دشمنوں کا) خوف تھا۔(۵۲)

اس روایت سے، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے طریقہ ہائے استدلال میں جو فرق ہے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کے نزدیک یہ ایک رخصت تھی اور ایسی رخصتیں تا قیامت باقی رہیں گی جس طرح سفر کے دوران قصر کا اور روزہ نہ رکھنے کا مسئلہ ہے کہ یہ دونوں رخصتیں تا قیامت رہیں گی مگر حضرت عثمانؓ کا خیال تھا کہ جب نبی اکرم ﷺ نے تمتع کیا تھا اس وقت راستے پر خطر تھے۔ اور لوگوں کے سروں پر خطرات منڈلاتے رہتے تھے، مگر اب ایسا نہیں ہے دونوں کے استدلال میں اس فرق سے، ان کے مسالک میں تبدیلی کا بخوبی اظہار ہو جاتا ہے۔

(ج) دوران احرام نکاح کی ممانعت

حضرت عثمانؓ کے فقہی اجتہادات میں ایک اجتہاد دوران احرام نکاح کی حرمت سے متعلق

ہے بہت سے صحابہ کرام خصوصاً حضرت عبداللہؓ بن عباس اور دوسرے صحابہ کرام کا یہ مسلک تھا کہ دوران احرام نکاح کرنا جائز ہے البتہ اپنی بیوی سے ملاقات جائز نہیں۔ اس سلسلے میں ام المؤمنین حضرت میمونہ ؓ سے نبی اکرم ﷺ کے نکاح کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عباس اور جمہور صحابہ کرامؓ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا اور ان کی رخصتی آنحضور ﷺ کے عمرہ سے فراغت کے بعد عمل میں آئی تھی لیکن حضرت عثمانؓ اور ان کے ہم خیال علما کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے احرام کھولنے کے بعد حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا تھا۔ (۵۳) اس بارے میں حضرت عثمانؓ کے ہاں جو سختی تھی، اس کا اندازہ درج ذیل روایات سے ہوتا ہے۔

حضرت ابان اپنے والد حضرت عثمانؓ سے نقل کرتے ہیں: کہ حضرت عثمان کہا کرتے تھے:

''محرم نہ تو نکاح کرے نہ بیوی سے ملاقات کرے اور نہ ہی پیغام نکاح دے۔'' (۵۴)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ یہ الفاظ خود نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا کرتے تھے (۵۵)

یہ مسئلہ بھی، حضرت عثمانؓ کے مخصوص فقہی انداز فکر کا مظہر ہے، حضرت عثمانؓ کا خیال تھا کہ احرام کی حالت میں قرآن مجید میں ''رفث'' سے منع کیا گیا ہے چونکہ ایسے افعال میں بھی ''رفث'' پایا جاتا ہے جو اس کے دواعی اور اس کے اسباب بن سکتے ہیں اور محرم کا نکاح کرنا یا کسی خاتون کو نکاح کا پیغام دینا اس کا سبب اور داعیہ بن سکتا ہے لہٰذا محرم کو اس سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔

(د) دوران احرام منہ کو ڈھانپنے کا مسئلہ:

حضرت عثمان دوران احرام منہ کو ڈھانپنے کے قائل تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو گرمی کے موسم میں حالت احرام میں دیکھا کہ انہوں نے اپنے چہرے کو ارجوان کپڑے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ پھر ان کے پاس گوشت لایا گیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم کھاؤ لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ نہ کھائیں گے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں اس لیے کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں یہ شکار میرے لیے کیا گیا ہے۔

جبکہ حضرت عبداللہؓ بن عمر سے روایت ہے کہ ٹھوڑی کے اوپر والا حصہ سر ہے اور اس کو ڈھانپا نہ جائے۔ (۵۴)

(ھ) حرم میں کسی جانور کو اڑانے کا مسئلہ:

حرم میں شکار کرنا ممنوع ہے عام طور پر اس کا اطلاق براہِ راست شکار کرنے پر ہوتا ہے لیکن

اگر کوئی شخص کوئی ایسا سبب پیدا کر دے کہ کوئی جانور اس کے عمل کی زد میں آ کر موت کا شکار ہو جائے تو اس کے متعلق حضرت عثمانؓ نے پہلی مرتبہ یہ فتوی صادر کیا کہ ایسی صورت میں بھی متعلقہ شخص کفارے کا ذمہ دار ہوگا - چنانچہ روایت میں ہے:

حضرت عمر فاروقؓ صحن حرم میں بیٹھے تھے انہوں نے اپنی چادر ایک شخص پر، جو حرم میں کھڑا تھا ڈال دی اسی وقت ایک کبوتر اس چادر پر آ کر بیٹھ گیا حضرت عمر فاروقؓ نے اس خیال سے کہ وہ اس پر گندگی نہ کر دے اسے اڑا دیا وہ دوسری جگہ جا کر بیٹھا تو اسے ایک سانپ نے ڈس لیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ حضرت عثمانؓ سے اس کا حکم دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس بنا پر کہ انہوں نے ایک جانور کو ایک محفوظ جگہ سے اڑا کر ایک غیر محفوظ جگہ جانے پر مجبور کر دیا تھا اس طرح وہ بالواسطہ طور پر ایک پرندے کی موت کا باعث بنے تھے انہیں کفارہ ادا کرنے کا فتوی دیا (۵۵)

اسی طرح او پر گزرا کہ ان کے سامنے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے اس بنا پر اس کو کھانے سے معذرت کر لی کہ وہ ان کی وجہ سے شکار کیا گیا ہے۔ گویا اگر انہوں نے اسے کھا لیا تو وہ بھی اس کے شکار میں بالواسطہ شریک ہوں گے۔

(الف)۔ عام معاملات میں سہولت کا پہلو

حضرت عثمانؓ نے زندگی کے عمومی معاملات میں بھی توسیع کا پہلو اختیار کیا - نبی اکرم ﷺ نے مردوں کے لیے سونے کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے لیکن حضرت عثمانؓ نے سونے کا دانت بنوایا تھا۔ (۵٦) اپنے اس طرز عمل کے ذریعے گویا حضرت عثمانؓ نے - اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اسلام میں سونے کی مردوں کے لیے ممانعت بطور زیور استعمال کی ممانعت ہے۔ ضرورت مند اور مجبور شخص کے لیے اسلام سونے کے استعمال کی اجازت دیتا ہے-

نماز عید کی تکبیرات

حضرت عثمان نماز عید کی پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات کیا کرتے تھے۔ (۵۷)

(ب) ہرمزان کے قتل کا مقدمہ

سوانح اور تذکرہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے واقعہ شہادت سے مشتعل ہو کر ان کے صاحبزادے عبید اللہ بن عمرؓ نے ایک ایرانی مجوسی ہرمزان اور اس کی بیٹی کو قتل کر دیا تھا اس لیے کہ ان کے خیال میں یہ تمام لوگ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔

حضرت عثمانؓ نے جب منصب خلافت کو سنبھالا تو ان کے سامنے سب سے پہلے یہی مقدمہ

پیش ہوا۔ حضرت عثمان نے مختلف صحابہ کرام سے مشورہ کیا، تو حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ قاتل کو سزا ے موت دے دی جائے۔ جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔ جبکہ مہاجرین میں سے بعض نے کہا کہ کل عمر شہید ہوے ہیں آج اگر ان کا بیٹا قتل کر دیا جائے، تو یہ بات مناسب نہ ہوگی۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اگر عبیداللہ کو معاف کر دیں گے تو مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے باز پرس نہ فرمائے گا۔ اس طرح صحابہ کرام کی اکثریت، عبیداللہ کے قتل کے خلاف تھی۔

حضرت عثمانؓ نے اس صورت حال کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ ہرمزان کا کوئی وارث نہیں ہے اور میں بحیثیت امیر المومنین اس کا ولی ہوں لہٰذا میں قتل کی بجائے دیت کو قبول کرتا ہوں پھر اپنی جیب خاص سے اس کی دیت ادا کر دی (۵۸) اور یوں اس فتنے کا سد باب کیا جو ہرمزان کے قتل کی پاداش میں عبیداللہ کے قتل سے اٹھ سکتا تھا۔ اس طرح انہوں نے اعلیٰ ترین فقہی بصیرت سے کام لے کر اس قضیے کا فیصلہ سنایا۔

(ج) جنازے کو درمیان سے کندھا دینا

حضرت عثمان جنازے کو پایوں کے درمیان سے کندھا دیا کرتے تھے چنانچہ عیسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی اپنی والدہ کی چارپائی کو اس کے دونوں پایوں کے درمیان سے اٹھا رکھا تھا اور جب تک اسے زمین پر نہ رکھ دیا گیا انہوں نے اسے اسی طرح اٹھائے رکھا (۵۹) اس طرح وہ جنازہ کے آگے چلا کرتے تھے، چنانچہ حضرت سالم نے اپنے والد حضرت عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ جنازے کے آگے آگے چلا کرتے تھے۔ (۶۰)

۴۔ چوری کا نصاب:

یہ مسئلہ مختلف ہے کہ ایسی چوری جس پر چوری کرنے والے مرد یا عورت کو چوری کی سزا دی جا سکتی ہے کی مقدار کیا ہے۔ قرآن مجید میں صرف یہ بات مذکور ہے کہ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے (۶۱)۔ لیکن یہ مذکور نہیں کہ چوری کی مقدار کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ تین درہم (۱/۴ دینار) کی مقدار میں چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹ دیا کرتے تھے چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ایک چور نے اترجہ (لیموں) چرا لیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کی قیمت لگوانے کا حکم دیا تو ایک دینار کے بارہ درہموں اصول پر، اس کی قیمت تین درہم لگی تو حضرت عثمانؓ نے اس کے ہاتھ کٹوا دیئے (۶۲)

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے نزدیک بھی ایک چوتھائی دینار کی مالیت کی چوری کے عوض

ہاتھ کاٹنا درست تھا۔(۶۳)

چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی یہی مقدار مقرر ہے۔

۵۔ بیوی کی عدت کے دوران خاوند کی وفات کی صورت میں وراثت کا مسئلہ:

صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اس مسئلے میں بھی اختلاف پایا جاتا تھا کہ اگر خاوند بیمار ہو اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے پھر اس سے قبل کہ اس کی عدت گزرے۔ اس کا اسی بیماری سے انتقال ہو جائے تو آیا، اس کی بیوی اس کی وراثت میں شریک ہوگی یا نہیں۔

چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے اپنی بیوی تماضر بنت الاصبغ الکلبیہ کو طلاق بائن دی پھر ابھی وہ عدت میں تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمانؓ نے اس کو وراثت میں حصہ دیا حضرت زبیرؓ نے اس کی مخالفت کی۔(۶۴) چنانچہ احناف اور شوافع کے ہاں اسی پر عمل ہے۔

۶۔ ایک ساتھ نکاح میں دو حقیقی بہنوں کو جمع کرنے کا مسئلہ

حضرت عثمانؓ سے پوچھا گیا تھا کہ دو حقیقی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک آیت اسے حرام بیان کرتی ہے تو دوسری آیت اسے جائز قرار دیتی ہے، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ایسا کرنا ہرگز پسند نہ کروں۔

بعد میں سائل نے حضرت علیؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اگر میں کسی کو ایسا کرتا ہوا پاؤں، تو اسے دوسروں کے لی ذریعہ عبرت بنا دوں(۶۵)

بظاہر حضرت عثمانؓ کو، حضرت علیؓ سے اس بارے میں کوئی اختلاف نہ تھا، اور وہ قطعاً دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنے کے قائل نہ تھے۔ اس لیے کہ یہ بات صریح نص قرآن کے خلاف ہے لیکن اس روایت سے، حضرت عثمانؓ کے تفقہ کے انداز اور ان کی اجتہادی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔

۷۔ رمضان المبارک میں افطار

نبی اکرم ﷺ نے متعدد احادیث میں جلدی افطاری کرنے پر زور دیا ہے لیکن مذکور ہے کہ:

> ''حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں مغرب کی نماز پہلے پڑھتے اور پھر نماز کے بعد روزہ افطار کرتے تھے''۔(۶۶)

ہمارے خیال میں یہاں غالبًا راوی کو غلط فہمی ہوئی ہے ممکن ہے کہ چونکہ یہ حضرات کھانا مغرب کے بعد تناول فرماتے ہوں اور راوی نے کھانا کھانے کو افطاری قرار دیا ہو۔

۸۔ وصولی زکوٰۃ

حضرت عثمانؓ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہوتی اور وہ اس کا اقرار

کرتے تو وہ ان کے سرکاری عطیات میں سے اس کو وضع کر لیتے اور جن پر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی تو ان کا عطیہ پورے کا پورا انہیں دے دیتے۔(٦٧)

حضرت عثمانؓ کی طرف سے اختیار کردہ یہ طریقہ موجودہ دور کے تقاضوں مطابق ہے۔ دور حاضر میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں یا ٹھیکیداروں کے واجبات سے ان پر ضروری ادائیگیوں کی وصولی کے لیے حضرت عثمانؓ کا یہ واقعہ ایک اہم سند تصور کیا جا سکتا ہے۔

۹۔ جمعہ اور عید ایک ساتھ ادائیگی

حضرت عثمانؓ کو مجموعی طور پر لوگوں کے معاملات میں سہولت پسند تھی؛ چنانچہ ایک مرتبہ جمعہ اور عید کی نماز ایک ساتھ آ گئیں تو حضرت عثمانؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تمہارے لیے دو عیدیں اکھٹی ہو گئی ہیں جو شخص مدینہ منورہ کے والی (قریبی بستیوں) کے لوگوں میں سے جمعہ کا انتظار کرنا چاہتا ہے تو وہ انتظار کر لے اور جو شخص واپس گھر جانا چاہتا ہے وہ گھر واپس چلا جائے میں نے اس کی اسے اجازت دے دی ہے۔(٦٨)

۱۰۔ جمعۃ المبارک سے متعلقہ مسائل

حضرت عثمان کو جن مسائل میں انفرادیت حاصل ہے ان میں سے بعض کا تعلق جمعۃ المبارک کے دن سے ہے۔

(الف) حضرت عثمان کا خطبہ جمعہ:

حضرت عثمانؓ جمعۃ المبارک کے دن جب خطبہ دیتے تو درج ذیل جملے کا ضرور اعادہ فرماتے:

> ''جب امام جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہو جائے، تو خاموش ہو جایا کرو اور متوجہ ہو کر سنا کرو، اس لیے کہ جو شخص خاموش ہو کر بیٹھا ہو اور اسے خطیب کی آواز سنائی نہ دیتی ہو تو اسے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ خطبے کے اس سامع کے لیے جو آواز سنتا ہو پھر جب نماز کھڑی ہو جائے تو صفیں سیدھی کر لو اور کندھے برابر کر لو اس لیے کہ صفوں کا سیدھا کرنا، نماز باجماعت کا حصہ ہے۔''

پھر حضرت عثمانؓ اس وقت تک تکبیر تحریمہ نہ کہتے جب تک وہ لوگ جنہیں صفوں کی درستگی کے لیے انہوں نے مامور کر رکھا تھا آ نہ جاتے اور یہ نہ بتا دیتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں پھر وہ تکبیر تحریمہ کہتے۔(٦٩)

۱۱۔ حضرت عثمانؓ کی اولیات:

حضرت عثمانؓ کی فقاہت اور اس کے مرتبہ اجتہاد کا اندازہ ان امور سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو حضرت عثمان کی اولیات کہلاتے ہیں علامہ جلال الدین السیوطی نے حسب ذیل امور کو ''اولیات عثمان'' قرار دیا ہے:

۱۔ انہوں نے سب سے پہلے لوگوں کو جاگیریں دیں اور حمیٰ (سرکاری چراگاہ) قائم کی۔

۲۔ انہوں نے نماز میں (جھکتے ہوے) آہستہ آواز میں تکبیر کہنا شروع کیا۔

۳۔ انہوں نے خلوق نامی خوشبو سے مسجد کو معطر کیا (یہ زعفران کی ایک قسم ہے)

۴۔ انہوں نے جمعہ کے دن پہلی اذان شروع کی۔

۵۔ انہوں نے مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

۶۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں خطبہ دینے میں رکاوٹ ہوئی، چنانچہ وہ منبر پر چڑھے اور فرمایا:

''لوگو! سب سے پہلی سواری سخت ہوتی ہے اور اس کے بعد بھی بہت سے دن (جمعۃ المبارک آئیں گے اور اگر میں زندہ رہا تو ہم جمعہ کو اس کے صحیح طریقے پر قائم کریں گے اور ہم لوگ کوئی خطیب تو نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں جلد (خطبہ دینا) سکھا دے گا''

۷۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عید میں نماز سے قبل خطبہ دینا شروع کیا تھا۔ (۷۰)

۸۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے زکوٰۃ نکالنے کی ذمہ داری خود عوام پر ڈالی۔

۹۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی والدہ کی زندگی میں مسند خلافت کو زینت دی۔

۱۰۔ انہوں نے سب سے پہلے صاحب شرطہ (پولیس آفیسر) مقرر کیا۔

۱۱۔ مسجد میں مقصورہ بنایا۔ (تاکہ ان کے ساتھ حضرت عمرؓ جیسے واقعے کا اعادہ نہ ہو)

۱۲۔ انہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ راہ اسلام میں سب سے پہلے ہجرت کی۔

۱۳۔ انہوں نے لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کیا (۷۱)

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابن حجر العسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، طبع عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، محمد فواد عبدالباقی صحب الدین الخطیب، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، (لبنان)، ۵۴/۷، شرح حدیث ۳۶۹۸۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ابن حجر العسقلانی، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت (لبنان) بدون تاریخ، ۴۶۲/۲۔

۴۔ الاصابہ ۲۲۸/۴۔

۷۔ محمد بن اسحاق بن یسار، سیرۃ ابن اسحاق، طبع وتحقیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ، طبع دار النفائس، کریم پارک راوی روڈ لاہور، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵۔ ص ۱۲۱۔

۸۔ الاصابہ، ۳۲۷/۴۔ ۳۲۸۔ تذکرہ سعدی بنت کریز رضی اللہ عنھا، عدد ۵۳۹۔

۹۔ ابن حجر الاصابہ، ۳۰۴/۴۰، عدد ۴۳۰، تذکرہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنھا۔

۱۰۔ ایضاً۔ ۳۲۷/۴۔

۱۱۔ ایضاً محل مذکور۔

(۱۱-الف) ابن سعد، الطبقات، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء، ۵۵/۳۔

۱۲۔ ابن سعد، محل مذکور۔

۱۳۔ الاصابہ، ۳۰۵/۴۔

۱۴۔ الاستیعاب، ۷۰/۳۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ ایضاً، ۷۰/۳۔

۱۷۔ الاصابہ، ۳۰۴/۴۔ ذکر حضرت رقیہؓ۔ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس پر تمام سیرت نگاروں کے اتفاق ہے کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات غزوۂ بدر کے بعد ۳ ھ میں ہوئی جبکہ حضرت رقیہ کا وصال غزوۂ بدر کے فوراً بعد کا واقعہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو اس روایت میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کا نام راوی کا وہم ہے یا پھر حضرت رقیہؓ کا وصال غزوۂ بدر اور حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات کے بعد کا واقعہ ہوگا اس کی مزید تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت رقیہؓ کے خاوند حضرت عثمانؓ کو غزوۂ بدر سے حضرت رقیہ کی مرض کی بنا پر نہیں، بلکہ ان کے چیچک میں مبتلا ہونے کی بنا پر واپس کیا تھا (ابن عبدالبر: الاستیعاب، ۷۰/۳)

۱۸ الاستیعاب، ۳/ ۷۱۔

۱۹ جلال الدین السیوطی، تاریخ الخلفاء، اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور، ص ۱۷۷۔

۲۰ ایضاً، ص ۱۷۷۔

۲۱ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان (بدوں تاریخ)، ۷/ ۵۴، حدیث ۳۶۹۸۔

۲۲ الاصابہ، ۲/ ۴۶۲۔ ذکر حضرت عثمان۔

۲۳ الاستیعاب، ۳/ ۷۱۔

۲۴ البخاری، ۷/ ۵۴، حدیث ۳۶۹۸۔

۲۵ الترمذی، الجامع الصحیح، مطبوعہ مکتبہ مصطفیٰ البابی داولادۃ قاہرہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، ۵/ ۲۲۷، کتاب المناقب (۵۰) باب فی مناقب عثمان (۱۹) حدیث ۳۷۰۳۔

۲۶ الترمذی، الجامع السنن، ۵/ ۶۲۵۔ ۶۲۶، کتاب المناقب، (۱۵۰) باب فی مناقب عثمان، (۱۹) حدیث ۳۷۰۰۔

۲۷ ایضاً، حدیث ۳۷۰۱۔

۲۸ الاصابہ، ۴/ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ تذکرہ سعدی بنت کریز رضی اللہ عنہا۔

۲۹ دیکھیے، الترمزی، السنن، حدیث ۳۷۰۰، ۳۷۰۱۔

۳۰ البخاری، ۷/ ۴۲، کتاب فضائل الصحابہ، (۶۲)، باب مناقب عمر، (۶) حدیث ۳۶۸۶۔

۳۱ البخاری، ۷/ ۶۳، حدیث ۶۹۳؛ مسلم، ۴/ ۱۸۶۷، کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل عثمان، (۳) حدیث ۲۸/ ۲۴۰۳)۔

۳۲ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص ۱۹۱۔

۳۳ الاصابہ، ۲/ ۴۶۲۔

۳۴ الاستیعاب، ۳/ ۷۸۔

۳۵ دیکھیے السیوطی تاریخ الخلفاء، ص ۱۷۵۔ ۲۰۰؛ معین الدین ندوی: خلافت راشدہ، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء، ص ۱۸۵۔ ۱۹۵۔

۳۶ ابن حزم جوامع السیرۃ، مطبوعہ گکھڑ منڈی، ضلع گوجرانوالہ، بدوں تاریخ، ص ۳۱۹۔ یہاں انہوں نے حضرت عثمانؓ کے نام آٹھویں نمبر پر درج کیا ہے۔

۳۷ ڈاکٹر احسان عباس و ڈاکٹر ناصر الدین الاسد، حواشی ابن حزم: جوامع السیرۃ، ص ۳۱۹۔ حاشیہ ۱۔

۳۸ الامام الشافعی (م۲۰۴ھ): موسوعۃ الامام الشافعی، تحقیق احمد عبید، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء، ۵۴۵/۱۵، حدیث ۱۴۱۰۔

۳۹ احمد بن حنبل، مسند، مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ، شرح وتدوین فہارس احمد محمد شاکر، ۱۹۹۵ء، ۳۳۶/۱، حدیث ۴۰۵ اسنادہٗ صحیح، احمد شاکر، (حوالہ مذکور، حاشیہ ۴۰۵)

۴۰ ابن حزم، جوامع السیرۃ، ص ۲۶۹۔۲۷۰۔

۴۱ السیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفاء، مطبوعہ مجتبائی دھلی (بدون تاریخ)، ص ۵۷۔

۴۲ ایضاً، ص ۱۱۶۔

۴۳ احمد بن حنبل، ۳۳۳/۱۔۳۳۴۔ حدیث ۴۹۹، نیز دیکھیے ابو داؤد ۲۸۷/۱۔۲۸۸، حدیث نمبر ۷۸۶؛ الترمذی ۱۱۳/۴، حدیث ۳۰۸۶ احمد شاکر نے اس کی سند کو کمزور قرار دیا ہے (حواشی مسند احمد، ۳۳۲/۱۔۳۳۴)۔

۴۴ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۶۔

۴۵ احمد بن حنبل، مسند، ص ۳۸۹، حدیث ۵۴۴ اس کی سند صحیح ہے۔

۴۶ احمد بن حنبل، مسند ۴۵۲/۱، حدیث ۴۴۳۔

۴۷ البخاری، ۵۶۳/۲، کتاب تقصیر الصلاۃ، (۱۸) باب الصلاۃ (۲) حدیث ۱۰۸۲۔

۴۸ البخاری، ۵۶۳/۲، حدیث ۱۰۸۴۔

۴۹ فتح الباری، ۵۶۹/۲۔۵۷۰۔ باب ۵؛ باب یقصر اذا خرج من موضعہ۔

۵۰ ابن حزم جوامع السیرۃ، ص ۲۶۰۔۲۶۱۔ ڈاکٹر احسان عباس کی تحقیق کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے حج کے متعلق تین اقوال ہیں۔
اول، یہ کہ آپؐ نے حج مفرد کیا تھا؛
(۲) یہ کہ آپؐ نے قران فرمایا تھا؛
سوم یہ کہ آپ مکہ مکرمہ میں تمتع کی نیت سے داخل ہوئے مگر بعد ازاں آپ نے حج کو بھی شامل کرلیا (اور قران کی نیت کرلی) جوامع ص ۲۶۰، احاشیہ ۶۔

۵۱ ابن حزم، جامع السیرۃ، ص ۲۱۹، ابن حزم اور ظواہر کا بھی یہی مسلک ہے۔

۵۲ الموطا، ص ۲۲۹؛ احمد بن حنبل، مسند، ۳۳۵/۱، حدیث ۴۰۱ ص ۳۹۵، حدیث ۵۳۵۔ اس کی سند صحیح ہے

۵۳ (حواشی مسند احمد، حدیث ۵۳۵)، مسند احمد؛ ص ۳۶۳، حدیث ۴۶۶۔

۵۴ الامام الشافعی، موسوعہ، ۳۴/۹، حدیث ۲۶۷۳۔

۵۵ ایضاً، ۹۰/۳، حدیث ۱۰۷۸؛ نیز البیہقی، معرفۃ السنن والآثار، ۲۲۸/۴۔۲۲۹۔

۵۶ ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ دارلکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء، ۵۸/۳۔۵۹۔

۵۷ مسند احمد، ۳۹۶/۱، حدیث ۵۳۹ (یہ حدیث ضعیف ہے حواشی مسند)۔

۵۸ موسوعہ، ۵۸۱/۱۰، کتاب المسند، حدیث ۱۶۲۵۔

۵۹۔ ایضاً، ۵۳/۱۰، حدیث ۱۶۴۱۔

۶۰ المائدہ (۳۸/۶)۔

۶۱ موسوعۃ الامام الشافعی، ۵۶۵/۱۵، (المسند)، حدیث ۱۵۳۹۔

۶۲ ایضاً، ۵۶۸، (المسند)، حدیث ۱۵۴۰، ۱۵۴۱۔

۶۳ ۵۴۴۔۵۴۵، حدیث ۱۴۰۶، نیز دیکھیے، حدیث ۱۴۰۷۔

۶۴ ۵۴۶/۱۰، حدیث ۱۴۱۹، نیز دیکھیے، حدیث ۱۴۱۸۔

۶۵ موسوعہ، ۵۴۱/۱۰، (المسند)، حدیث ۱۳۸۴۔

۶۶ موسوعہ، ۳۸۳/۱۰ (کتاب المسند)، حدیث ۴۷۵۔

۶۷ ۳۷۴/۱۰، حدیث ۴۰۷، (کتاب المسند)

۶۸ موسوعہ، ۳۶۴/۱۰، حدیث ۳۴۶۔

۶۹ الامام الشافعی، موسوعۃ الامام الشافعی، تحقیق احمد عبید، طبع دار، احبار اشرات العربی، بیروت لبنان، ۱۴۲۰/۲۰۰۰، ۳۵۶/۱۰۰۔ حدیث ۳۹۴۔

۷۰ حافظ ابن حجر العسقلانی، (فتح الباری، ۵۶۴/۲ وبعد، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت) کی تحقیق کی رو سے، حضرت عثمانؓ نے ایسا چند دن کیا تھا، بعد ازاں چھوڑ دیا تھا، بعد ازاں حضرت امیر معاویہؓ اور دوسرے اموی امراء نے اسے مسلسل جاری رکھا۔

۷۱ السیوطی، جلال الدین؛ تاریخ الخلفاء، مطبع مجتبائی، دھلی بدوں تاریخ، ص ۱۱۶۔